ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

افشین شوکت ٭
ڈاکٹر صدف نقوی ٭٭

مولانا رومؒ اور اقبالؒ کا تصورِ زماں

Maulana Rum and Iqbal's concept of Time

By *Afsheen Shaukat, PhD Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.*

Dr. Sadaf Naqvi, Associate Professor, Department Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

ABSTRACT

This article tends to explore the variety of thoughts of Allama Iqbal and Rumi on the concept of Time. A many philosophical implications have been made by Allama iqbal and Molana Rum on the concept of Time, yet Allama has a more scientific and empirical approach towards nature of time within and outside the space. Rumi has juxtaposed his theocratic approach towards time which is conveyed under the metaphorical representation of Ishq/love based on pure intuitive perspective. According to Rumi Time is the ultimate consequence of an absolute cause known as Ishq, a driving spiritual force of the Universe and all cosmological objects, while Iqbal's vision encapsulates marvellous tradition of novel objectivity on the character, nature and reality of Time. He has objected on the Serial Time concept of Einstien's Time Dilation Theory as to be fourth dimension of space, non workable, because it renders the future to be predetermined. If it's allowed to be so, there would be no Time in real. To Iqbal, life is within the time span and also the momentum is within the ambet of time. Thus, time is not something predetermined, yet it comes into existence on encountering with the life and space. There are some commanlities between Iqbal and Rumi on this subject matter and their concepts comprise over a wonderful array of objectivity.

٭ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد
٭٭ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

Keywords: Serial Time, Time and Space, Intuitive perceptions, Nothingness Pure Time, Real Time, Eons.

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ کے مصداق زمان کتمِ عدم کا پردہ چاک کر کے نکالا گیا۔ عالمِ امر نیستی سے عبارت ہے اور عالمِ امکان وجود سے عبارت ہے۔ وقت کا تعلق عالمِ وجود سے ہے اور یہ اُس علت العلل کا مظہرِ اولیٰ ہے جس پر ہر علت کا وجود قائم ہے۔ وقت مؤخر ہے اور اس کی علت کو تقدم حاصل ہے۔ وقت کا عدم میں ہونا اسی طرح محال ہے جس طرح عدم میں وجود کا ہونا محال ہے۔ اس لیے کہ ضد، ضد میں پوشیدہ نہیں ہوسکتی۔ اسی نظریے کو رومیؒ یوں بیان کرتے ہیں:

در عم ہستی برادر چوں بُود ضد اندر ضد چوں مکنوں بُود
یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ بداں کہ عدم آمد امیدِ عابداں(۱)

مولانا رومؒ کا تصورِ زمان باطنی اور وحدانی بنیادوں کا حامل ہے اور وہ عالمِ امکان کو معدوم اور معدوم کو موجود قرار دیتے ہیں۔ معدوم نیستی سے عبارت ہے اور اسی لیے جو عالم نیستی سے عبارت ہو وہاں زمان بھی نیستی سے عبارت ہوگا:

مثالِ عالم ہست نیست نما و عالمِ نیست ہست نمائے
نیست را بنمود ہست آں محتشم ہست را بنمود بر شکلِ عدم(۲)

اقبال اور رومی کے مابین تصورِ زماں کے حوالے سے فکری اشتراکات موجود ہیں۔ اقبال کی وقت کے لیے انائے فاعل (Efficient Self) اور انائے عاقل (Appreciative Self) کی اصطلاحیں اور رومی کا وقت کے لیے ''عشق'' کا استعارہ ایک ہی مینارِ نور کی دو شعاعیں ہیں۔ یہ مینارِ نور درحقیقت میں کلامِ الٰہی ہے۔ وقت کی طرف کلامِ الٰہی میں لطیف اشارات موجود ہیں۔ خداوندِ عالم نے زمان کے متعلق سورۃ الدھر میں یہ سوال انسان کے سامنے رکھا ہے کہ کیا اسے یاد نہیں کہ اس پر لامتناہی زمانے کا ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ ذکر شئے ہی نہیں تھا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا۔ (۳)

یہاں پر اس آیتِ کریمہ میں جس زمان کا انسان سے سوال کیا جارہا ہے، وہ ''دہر'' پر محیط ہے اور اس وقت انسان عدم میں تھا اور اس کی حقیقت عدمِ حقیقت تھی کیوں کہ سوال کا انداز یاد دہانی کا ہے نہ کہ بیانیہ قسم کا۔ یہی

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

وجہ ہے کہ انسان اس لا متناہی زمان یعنی ''الدھر'' کے تعینات کو قائم نہیں کر سکا جس کے بطن سے ماورائے ازل ماضی، حال اور مستقبل پر محیط ''زمان'' وجود میں لایا گیا۔

گویا زمان ''الدھر'' ہے اور یہ اسم راغب الاصفہانی کی ''مفردات'' کی رو سے اس عالمِ آب و گل کی ابتدا سے انتہا تک کی مدت اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی طرح علامہ محمود عباسی آلوسی کے مطابق ''الدھر'' کائنات و موجودات میں تمام معیّن اور غیر معیّن زمانوں پر محیط مدت کا نام ہے۔ گویا زمان عمومی حیثیت کا حامل ہے اور یہ عام ہے جبکہ ''دھر'' ایک ایسے برتن کے مثل ہے جس میں ماضی، حال اور مستقبل سمائے ہوئے ہیں۔ اسی تناظر میں اگر اقبال کے تصور زمان کے فکری استخراج کو دیکھیں تو علامہ ''دھر'' کے لیے صراحی (برتن) کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے قطرہ قطرہ حوادث ٹپکنے کا اپنی نظم ''زمانہ'' یوں ذکر کرتے ہیں:

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ (۴)

علامہ اقبال کو تمام عمر فلسفۂ زماں سے نہ صرف شغف رہا ہے بلکہ گہرا فکری ربط رہا ہے اور ان کے خطبات و خطوط، نظموں، غزلوں اور مثنویوں میں زمان و مکان کی حقیقت و ماہیت پر بہت کچھ لکھا ملتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے ہاں وقت کا خارجی و باطنی تصور ملتا ہے۔ زمان کا خارجی تصور خالصتاً عقلانی ہے جبکہ باطنی تصور خالصتاً وجدانی ہے۔ مولانا رومؒ مدرکاتِ باطنیہ کے چوں کہ قائل ہیں تو ان کے ہاں وقت کا روحانی اور وجدانی تصور ملتا ہے جبکہ اقبال کا فطری میلان فلسفے کی طرف زیادہ ہے، بہ ایں ہمہ اقبال خارجی مظاہر سے زمانی حقیقت کے ادراک کے لیے استدلال کرتا ہے۔ اقبال نے اپنا تصورِ زماں ''اسرارِ خودی'' اور اپنے مشہور زمانہ خطبات ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' میں بیان کیا ہے۔ رومیؒ کے ہاں زمان اور اس کی ماہیت و حقیقت ''عشق'' کے استعارہ کے طور پر سامنے آتی ہے۔ یہ عشق زماں کا مؤلدِ اوّل ہے۔ کائنات کی حرکت اور زمان کی تولید کا انحصار رومی کے ہاں عشق پر ہے۔ عشق خارجی اور باطنی حقیقتوں کا مظہرِ کُلی ہے۔ وقت وہ جزو ہے جو اسی کُل سے جُدا ہو کر مکان کی مکانیت میں مقید ہوتا ہے اور اشیائے آب و گل پر عالمِ آب و خاک میں اپنی اثر اندازیاں دکھاتا ہے۔ عشق ہی وہ زمانے کی اکائی ہے جس کائنات میں اجسام اور اجرام میں باہمی کشش اور تجاذب قائم ہو جو ان کے وجود کی اساس ہے:

ہست ہر جز دے بعالم جفت خواہ   راست ہمچوں کہربا و برگ کاہ
آسماں گوید زمیں را مرحبا   با تو ام چو آہن و آہن ربا (۵)

عشق ہی ہست اور عدم نیستی ہے۔ نیستی بھی غیرِ عشق نہیں۔ ہستئ موجودات بجز دوست دریں پردہ نہاں چیز

ISSN: 2519-6332 (Print),	ISSN: 2708-1915 (Online)

نیست کے مصداق رومی کا تصورِ زماں ہستِ عالم و موجود کا محرک ہے اور اس محرّک کی علت العلل عشق ہے اور عشق ہی ''الدھر'' ہے۔

یہاں پر علامہ اقبال بھی رومیؒ کے عشق کے حرکی اور زمانی پہلوؤں کے ہمنوا نظر آتے ہیں اور عشق کو ایسے لا متناہی زمانے یا دہر کے استعارے کے طور پر لیتے ہیں جس کی رو میں انسانی تصورِ زمان کے علاوہ اور زمانے بھی آتے ہیں جن کے نام کا بھی کسی کو علم نہیں ہو سکا، البتہ یہ زمانے عشق ہی کی تقویم میں ہیں:

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام(۶)

گویا کائنات کی اصل بنیاد زمان نہیں بلکہ زمان کی علت یعنی عشق ہے اور وقت اسی قائم بالذات عشق کا عکس ہے جو مکان میں ہو تو مجرد حقیقت ہے وگرنہ نیستی سے ہمکنار ہو کر نیست ہو جاتا ہے جبکہ دہر باقی رہتا ہے۔ دہر کی اصل رومیؒ کے مطابق چوں کہ کارخانۂ عدم ہے، اس لیے عدم میں خالق کی خلاقیت زیادہ ہے:

چوں کہ اصلِ کارگاہ ایں نیستی ست	کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
ہر کجا ایں نیستی افزوں تر ست	کارِ حق و کارگاہش آں سرست(۷)

''نیستی'' اور ''ہست'' ایسی دو اصطلاحوں کو مولانا روم نے ''دہر'' کی تفہیم کے لیے بار بار استعمال کیا ہے اور نیستی سے مراد لازمانیت نہیں بلکہ عدم ہے اور عدم نیستی نہیں بلکہ دہر ہے اور دہر کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ یعنی ''دہر'' کو بُرا مت کہو کہ اللہ دہر ہے۔'' لہٰذا دہر کی اس تفہیم کے بعد کائنات کی تکوین کا فی ازلزمان ہونا رومیؒ کے نزدیک محال ہے کیوں کہ کائنات زمان میں نہیں بلکہ زمان کائنات کی تکوین میں مقید ہے اور کائنات کی طرح خلقت ہے۔ زماں کے برعکس مولانا روم انسانی گوہر یعنی روح کو زمانے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ روح اور زماں کی اسی بحث کے تناظر میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم رقم طراز ہیں:

> رومی کے ہاں کہیں آفرینشِ ارواح اور تکوین کائنات فی الزمان کا عقیدہ نہیں ملتا۔ روحوں کو خدا سے اتصال بھی ہے اور انفصال بھی اور اس اتصال و انفصال کی حقیقت نہ زمانی ہے نہ مکانی نہ عقلی نہ ادراکی۔ جو چیز زمان سے ماورا ہے اس کی خلقت فی الزمان نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی ایک وقت میں پیدا ہوئی ہو کیوں کہ وقت خود مخلوق ہے اور روح کے زاویۂ نگاہ میں ایک زاویہ ہے۔(۸)

وقت اگر مخلوق ہے تو اس مسئلے کو آسانی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے کہ وقت کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے جبکہ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اکثر حکما نے اس ضمن میں پیچیدہ دلائل سے خلطِ مبحث سے کام لیا ہے۔ رومیؒ کے ہاں وقت کی تفہیم مبرہن دلائل کے ساتھ نہیں ملتی جس طرح کہ علامہ اقبال نے اپنی شاعری اور نثر میں اس پر قلم اٹھایا ہے۔ علامہ اقبال سے پہلے وقت کی نظری تفہیم امام شافعیؒ، اشاعرہ، یونانی فلاسفہ، ابنِ حزم، زینو عراقی، فخر الدین رازی، آئن سٹائن، میک ٹیگر یٹ، برگساں، برٹرینڈ رسل اور ملّا جلال الدین دوّانی نے کی تھی لیکن ان میں سے کسی کے ہاں بھی تصورِ زماں مبسوط نظریے کی صورت اختیار نہ کر سکا، البتہ علامہ نے اپنے تصورِ زماں کے استشہاد میں ان علمائے علم الکلام کے متبصرات کو پیش کیا ہے۔

علامہ اقبال کے ہاں وقت ''سلسلۂ روز و شب'' کی اصطلاح میں ظاہر ہوتا ہے اور اسی سلسلۂ روز شب کا بطن حوادثِ کائنات و حرکتِ ما فیہا کا مؤلد ہے۔ اسی کتمِ سلسلۂ روز و شب سے تہذیبیں اور قومیں جنم لیتی ہیں، ارتقائی مراحل طے کر کے نقطۂ عروج تک پہنچتی ہیں اور پھر انھی حوادث کی لپیٹ میں آ کر فنا ہو جاتی ہیں۔ گویا یہ سلسلۂ روز و شب تہذیبِ انسانی کی قوت اور اس کے ضعف و فنا کا پیمانہ ہے جبکہ اقبال کے نزدیک اصل وقت ''الدھر'' ہے جو قرآن میں آیا ہے اور جو بے کراں زمان ہے اور گھڑی کی رفتار سے اس میں کوئی قلیل المدتی یا دائمی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب، صیرفیِ کائنات(۹) تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ

سلسلۂ روز و شب کو ایک ایسے محتسب کی صورت میں اقبال نے یہاں پیش کیا ہے جو قوموں کے اعمال کو پرکھتا ہے۔ یہ ان کے اعمال کے کھرا یا کھوٹا ہونے کی جانچ کا وہ پیمانہ ہے جس کی تقویمی رزم گاہ میں اقوامِ عالم کا عروج و زوال کے مقدر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر ہم قرآن کی طرف رجوع کریں تو انسان کے تصورِ زمان اور زمانِ ایزدی کی حقیقت بڑے واضح انداز میں ملتی ہے اور زمان ایزدی کا ایک دن انسان کے ہزار سالوں کے برابر قرار پاتا ہے:

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔(۱۰)

اسی طرح اللہ جب کوئی چیز خلق کرنا چاہتا ہے تو اسے جتنی دیر ''کن'' کہنے میں لگتی ہے، اتنی ہے دیر میں ''فیکون'' ہو کر وہ آ موجود ہوتی ہے جبکہ انسان کو کوئی شئے خلق کرنے میں زمانے لگ جاتے ہیں اور ایک مدت اسے درکار ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمان کا انسانی اور ایزدی تصور مختلف ہے اور اقبالؒ اسی تصورِ زمان کے قائل ہیں اور تخلیق کے عمل کو واحد، نا قابلِ تقسیم اور فوری امرِ واقعہ قرار دیتے ہیں جبکہ انسانی تصورِ زمان اور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سلسلۂ روز وشب کی حقیقت کو سمندر کی سطح پر ابھرنے والا ایک بلبلہ یا بہت ہی موہوم سی لہر سمجھتے ہیں:

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا ایک زمانے کی رَو جس میں نہ دن ہے نہ رات
آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہُنر کارِ جہاں بے ثبات، کارِ جہاں بے ثبات!(۱۱)

اقبال کا تصورِ زماں حرکی نوعیت کا ہے اور یہ ان کروٹوں کا نام ہے جو مسلسل عالمِ اضطراب میں ہیں کیوں کہ اسی سے تارِ حریر میں تبدّل آتا ہے اور کائنات کے ذرے ذرے میں ارتعاش اسی کے باعث ہے:

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظ ہے تازہ شانِ وجود(۱۲)

اقبال جب زمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد گردشِ شمس وقمر کی بدولت معرضِ وجود میں آنے والا وہ وقت نہیں ہوتا جو صدیوں، سالوں، مہینوں، ہفتوں اور دنوں میں تقسیم ہو جاتا ہے بلکہ ایسا زمان مراد ہے جو فی الحقیقت ناقابلِ تقسیم ہے۔ یہ زمانہ جو عصرِ رواں کہلاتا ہے اور قابلِ تقسیم ہے، درحقیقت خارجی وقت ہے جس کو زمانِ مسلسل، مرورِ زماں، جوہری وقت، غیر حقیقی، سطحی، تقسیم پذیر اور مکانی وقت کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح باطنی وقت کی تقسیم ناممکن ہے اور اسے زمانِ غیر مسلسل، زمانِ ایزدی اور زمانِ خالص کہا جا سکتا ہے۔ یہی بات قرآن میں بیان ہوئی ہے کہ زمانہ خارجی اور باطنی دو پہلوؤں کا حامل ہے۔ خارجی انسانی ہے اور باطنی ایزدی ہے۔ علامہ کے مطابق اب یہ انسان کی کم عقلی ہے کہ وہ سلسلۂ روز وشب کے بند حصاروں میں گرفتار ہو کر وقت کے خارجی پہلوؤں کو ہی زمانِ حقیقی سمجھ بیٹھے۔ خارج میں واقعات وحودث کا تواتر اور تسلسل قائم ہے جبکہ باطنی زمان میں یہ واقعات وحوادث ایک ''ابدی لمحے'' کی شکل میں ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اقبال وقت کے خارجی اور باطنی پہلوؤں کے حوالے سے مغربی حکما میں سے صرف برگساں کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ برگساں کے مطابق زمانِ خارجی کو عقل جبکہ زمانِ حقیقی کو وجدان کے ذریعے سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک فارسی نظم ''پیغامِ برگساں'' میں برگساں کے نظریۂ زمان کے چند گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا:

تابر تو آشکار شود رازِ زندگی خودرا جدا ز شعلہ مثالِ شرر مکن
بہرِ نظارہ جز نگہِ آشنا میار در مرز و بومِ خود چوں غریباں گذر مکن
نقشے کہ بستہ ایں ہمہ اوہام باطل است عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دلِ است(۱۳)

اقبال نے ایسے میں وقت کے تمام تصورات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اور سائنسی وفلسفیانہ استدلالیت

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کے ساتھ قبول کی ہے اور جو نظریات جیسے کہ آئن سٹائن کی Time Dilation Theory کا زمانِ مسلسل Serial Time کا پہلو آیاتِ قرآنی سے متصادم تھا، اُسے رد کر دیا۔ علامہ اقبال کی ایک فارسی نظم بعنوان ''نوائے وقت'' بھی وقت کی ماہیت اور حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اقبال نے اپنا نظریۂ وقت آئن سٹائن کے زمانِ مسلسل کے برعکس قائم کیا ہے۔ اقبال کے مطابق زمان مسلسل (Serial Time) عدمِ حقیقت ہے۔ یعنی اس کی کوئی حقیقت نہ ہے اور یہ قائم بالذات نہیں ہے۔ اقبال کے مطابق وقت مکان کا چوتھا بُعد یعنی Fourth Dimension of Space نہیں ہے کیوں کہ اگر ہم وقت کو مکان کا چوتھا بُعد تسلیم کر لیتے ہیں تو اس سے انسان تعینات کے پردے چاک کر کے مستقبل کے تعیّن کا تعیّن پہلے سے ہی کر لے گا۔ اگر ہم وقت کو مکان کا چوتھا بُعد قرار دیتے ہیں تو یہ درحقیقت وقت ہی نہیں رہے گا۔ ازل رہے گا نہ ابد اور فنا پذیری کا نظریہ بھی مضمحل ہو جائے گا۔ اقبال نے اس ضمن میں دوسرے خطبے میں صراحت کی ہے:

> وہ نظریہ جو وقت کو مکان کا چوتھا بُعد قرار دے وہ لازماً ماضی کی طرح مستقبل کو بھی پہلے سے متعین سمجھے گا۔ آئن سٹائن کے اس تصور کو پڑھ کر یہ حقیقت نکھر کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ اس کا وقت برگساں کے زمان کی مانند مرورِ خالص نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر وقت کو مکان کا چوتھا بُعد خیال کیا جائے تو وہ حقیقت میں وقت نہیں رہتا۔ (۱۴)

اس لیے کہ ہر باطنی تجربہ حیات فی الزمان کے اصول پر کاربند ہے، لہٰذا وقت کے بغیر حرکت کا تصور ناممکن ہے اور حرکت وقت کے ساتھ گہرے انسلاکات رکھتی ہے۔ علامہ کے نزدیک وقت حرکت پر نہیں بلکہ حرکت وقت پر منحصر ہے۔ وقت اس متغیر کے مظہر (Phenomenon Variable) کی دائمی علّت (Constant cause) ہے اور مسلسل بہاؤ میں ہے، جبکہ حرکت اس متغیر کا مظہر ہے۔ اسی لیے تو علامہ کہتے ہیں کہ وقت پہلے سے معین شئے کی صورت نہیں بلکہ اشیا جب عالمِ امر سے عالمِ امکان اور موجود میں وجود پذیر ہوتی ہیں تو مسلسل بدلتے زمانے کی زد میں آ کر حرکت آشنا ہوتی ہیں۔ لہٰذا زمان حرکی اور ارتقائی پہلوؤں کا حامل ہے۔ یہ ارتقا کا عمل جاری ہے اور زندگی ایک مقصد کے پورا ہونے کے بعد اگلے مقصد کی تکمیل میں گزرتی ہے۔ اسی لیے حیات مسلسل تغیر اور طلب سے عبارت ہے اور ہماری زندگی مقرر کردہ واقعات کی تعبیر نہیں بلکہ ان واقعات کی تعبیر کا مدار زندگی پر ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ مولانا جلال الدین رومی، ''مثنوی معنوی''، دفتر پنجم، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۰۹
۲۔ ایضاً، ص ۱۰۹
۳۔ القرآن الحکیم، الدّھر: ۱
۴۔ علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال اردو''، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۷۹۰
۵۔ مولانا جلال الدین رومی، ''مثنوی معنوی''، دفتر پنجم، ص ۲۷۸
۶۔ علامہ اقبال، ''کلیات اقبال اردو''، ص ۶۸۷
۷۔ مولانا جلال الدین رومی، ''مثنوی معنوی''، دفتر ششم، ص ۱۵۳
۸۔ خلیفہ عبدالحکیم، ''حکمتِ رومی''، (لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۷ء)، ص ۲۳
۹۔ علامہ اقبال، ''کلیاتِ اقبال اردو''، ص ۶۸۶
۱۰۔ القرآن الحکیم، السجدۃ: ۵
۱۱۔ علامہ اقبال، ''کلیات اقبال اردو''، ص ۶۸۶
۱۲۔ ایضاً، ص ۸۱۴۔ ۷۱۴
۱۳۔ ایضاً، ''کلیاتِ اقبال فارسی''، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۰۷ء)، ص ۷۷ ۳
۱۴۔ ایضاً، ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ''، مترجم: سید نذیر نیازی، دوسرا خطبہ، (نئی دہلی: اسلامک بک سینٹر، ۱۹۸۶ء)، ص ۸۳

مآخذ

۱۔ اقبال، علامہ، ''کلیاتِ اقبال اردو''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۱۷ء
۲۔ ______، ''کلیاتِ اقبال فارسی''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۰۷ء
۳۔ ______، ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ''، مترجم: سید نذیر نیازی، دوسرا خطبہ، نئی دہلی: اسلامک بک سینٹر، ۱۹۸۶ء
۴۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ''مثنوی معنوی''، دفتر پنجم، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۴ء
۵۔ ______، ''مثنوی معنوی''، دفتر ششم، محولہ بالا
۶۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ''حکمتِ رومی''، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۷ء

صحفِ سماوی

۱۔ القرآن الحکیم، الدھر: ۱
۲۔ ______، السجدۃ: ۵